رسالہ

خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال

۱۳۱۸ھ

(کمانے اور مانگنے کے حکم میں بہترین امید)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۹۷: از ملک بنگالہ ضلع پاپنا ڈاکخانہ سو بگاچہ موضع چر قاضی پور مرسلہ مولوی امید علی صاحب ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روپیہ کمانا کس وقت فرض ہے، کس وقت مستحب، کس وقت مکروہ، کس وقت حرام، اور سوال کرنا کب جائز ہے کب ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ مسئلہ بہت طویل الذیل ہے جس کی تفصیل کو دفتر درکار، یہاں اس کے بعض صور و ضوابط پر اقتصار۔

فاقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ت) کسب کے لئے ایک **مبدء** ہے یعنی وہ ذریعہ جس سے مال حاصل کیا جائے، اور ایک **غایت** یعنی وہ غرض کہ تحصیل مال سے مقصود ہو، ان دونوں میں ذاتاً خواہ عارضاً احکامِ ننگانہ فرض، واجب، سنت،

مستحب، مباح، مکروہ تنزیہی، اساءت، مکروہ تحریمی، حرام سب جاری ہیں، اور دونوں کے اعتبار سے کسب پر احکام مختلفہ طاری ہیں نفس کسب بے لحاظ مبادی وغایات کوئی حکم خاص نہیں رکھتا۔

ذرائع میں حرام جیسے غصب ورشوت وسرقہ وربا، یونہی زنا وغنا وحکم خلاف ماانزل اللہ وغیرہ امورِ محرمہ کی اجرت، تلاوتِ قرآن ووعظ وتذکیر ومیلاد خوانی وغیرہا عبادات بیچ کر اسی طرح جملہ عقود باطلہ وفاسدہ قطعیہ۔

مکروہِ تحریمی جیسے اذانِ جمعہ کے وقت تجارت۔

فی الدر المختار کرہ تحریما مع صحة البیع عند الاذان الاول[1]۔ قلت وعبر فی الھدایة بالحرمة واعترضه الاتقانی بان البیع جائز لکنه یکرہ کما صرح به فی شرح الطحطاوی لان المنع لغیرہ لایعدم المشروعیة واشار فی الدر الی جوابه بقوله افاد فی البحر صحة اطلاق الحرمة علی المکروہ تحریما[2] اھ وانا اقول الصحة اذا لم تناف المنع لغیرہ لم تناف الحرمة ایضا کذلك فان المنع ولو لغیرہ یشمل المنع ظنا فیکرہ وقطعا فیحرم ولاشك ان النھی ھھنا قطعی فلا ادری ما احوجھم الی تاویل الحرمة بالکراھة۔

درمختار میں ہے جمعہ کی پہلی اذان کے وقت بیع اگرچہ صحیح ہے لیکن مکروہِ تحریمہ ہے، میں کہتا ہوں اس کراہت کو ہدایہ میں حرمت سے تعبیر کیا ہے اور اس پر اتقانی نے اعتراض کیا کہ بیع صحیح لیکن مکروہ ہے جیسا کہ شرح طحطاوی میں یہ تصریح ہے اس لئے کہ منع لغیرہ مشروعیت کو ختم نہیں کرتی اور درمختار میں اس اعتراض کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بحرالرائق نے افادہ کیا ہے کہ مکروہ تحریمہ پر حرمت کا اطلاق صحیح ہے اھ، اقول (میں کہتا ہوں کہ) جس طرح صحت منع لغیرہ کے منافی نہیں اسی طرح وہ حرمت کے منافی بھی نہیں ہے کیونکہ منع اگرچہ لغیرہ ہو وہ منع ظنی اور قطعی دونوں کو شامل ہے منع ظنی ہو تو مکروہ ہے اگر قطعی ہو تو حرام ہے اور بیشک یہاں نہی قطعی ہے تو مجھے معلوم نہیں کہ حرمت کو کراہت سے ان کو تاویل کی کیا حاجت ہوئی۔ (ت)

اسی طرح دوسرا مسلمان جب ایک چیز خرید رہا ہو اور قیمت فیصل ہوگئی ہو اور گفتگو ہنوز

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۰

[2] ؍؍ کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۱۱۳

قطع نہ ہوئی ایسی حالت میں قیمت بڑھا کر خواہ کسی طور پر خود خرید لینا،

فی الدر کرہ تحریما السوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا او مستامنا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن والا لا لانہ بیع من یزید[1] اھ مختصرا۔

درمختار میں ہے کہ کسی کے بھاؤ پر بھاؤ لگانا مکروہِ تحریمی ہے، اگرچہ پہلے بھاؤ والا ذمی ہو یا مستامن ہو جبکہ مبلغ ثمن پر اتفاق ہو چکا ہو ورنہ ثمن پر اتفاق کے بغیر دوسرے کا بھاؤ لگانا مکروہ نہیں کیونکہ اس صورت میں نیلامی والی بیع ہو جائے گی اھ مختصراً (ت)

یونہی تلقی جلب وبیع الحاضر للبادی وتفریق الصغیر من محرمہ وغیرہا کہ مع قیود وشروط کتب فقہ میں مفصل ہیں اسی قسم میں ہے یا نیچری وضع کے کپڑے یا جوتے سینا یا ان اشیاء خواہ تانبے پیتل کے زیوروں وغیرہا کا بیچنا اور جملہ عقود ومکاسب ممنوعہ فقہیہ۔

فی رد المحتار من الحظر عن المحیط بیع المکعب المفضض للرجل ان لیلبسہ یکرہ لانہ اعانۃ علی لبس الحرام وان کان اسکافا امرہ انسان ان یتخذ لہ خفا علی زی المجوس او الفسقۃ او خیاطا امرہ ان یتخذ لہ ثوبا علی زی الفساق یکرہ لہ ان یفعل لانہ سبب التشبہ بالمجوس والفسقۃ[2]

ردالمحتار میں محیط کی کتاب الحظر سے منقول ہے کہ چاندی کے جڑاؤ والا جوتا مرد کو پہننے کے لئے فروخت کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ حرام لباس میں اعانت ہے، اور موچی کو اگر کوئی کہے میرے لئے مجوس یا فساق کی وضع والا جوتا بنا دے، یا درزی سے کہے کہ فساق والا لباس بنا دے تو ان کو ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوس اور فساق کی مشابہت کا سبب ہوگا۔ (ت)

اِساءَت یعنی وہ کام جسے نہ مکروہِ تنزیہی کی طرح صرف خلافِ اولٰی کہا جائے جس پر ملامت بھی نہیں، نہ تحریمی کی طرح گناہ وناجائز جس پر استحقاقِ عذاب ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ بُرا کیا قابلِ ملامت ہوا جس کا حاصل مکروہِ تنزیہی سے بڑھ کر ہے اور تحریمی سے کمتر۔

کما جنح الیہ العلامۃ الشامی

جیسا کہ علامہ شامی کا اس طرف میلان ہے

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۰

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۱

فی ردالمحتار اقول ولابد منه فان لکل مرتبۃ للطلب فی جانب الفعل فان بازائھا مرتبۃ فی جانب الترک فالتحریم فی مقابلۃ الفرض فی الرتبۃ وکراھۃ التحریم فی مرتبۃ الواجب، والتنزیہ فی رتبۃ المندوب، کما فی ردالمحتار من بحث اوقات الصلوٰۃ وقد بقیت السنۃ وھی فوق المندوب ودون الواجب فوجب ان یقابلھا ما ھو فوق کراھۃ التنزیہ دون التحریم وھو الاساءۃ وقد نصوا علیھا فی غیر ما فرع وان اغفلھا کثیرون فی ذکر الاقسام فلیحفظ قال فی الدر ترک السنۃ لایوجب فسادا ولاسھوا بل اساءۃ لو عامدا غیر مستخف[1] وفی ردالمحتار عن التحریر تارکھا ای السنۃ یستوجبہ اساءۃ ای التضلیل واللوم۔[2]

ردالمحتار میں، اقول (میں کہتا ہوں) یہ ضروری ہے کیونکہ فعل میں طلب کا جو مرتبہ ہے اس کے مقابلہ میں ترک کا مرتبہ ہے، تحریم کا رتبہ بمقابلہ فرض اور مکروہ تحریمی کا بمقابلہ واجب اور مکروہ تنزیہیہ بمقابلہ مندوب ہے جیسا کہ ردالمحتار میں نماز کے اوقات کی بحث میں ہے جبکہ سنّت کا رتبہ باقی ہے اور وہ مندوب سے فائق اور واجب سے پست ہے تو ضروری ہے کہ اس کے مقابلہ میں حکم مکروہ تنزیہیہ سے فائق اور مکروہ تحریمہ سے کم ہو اور یہ مرتبہ اساءت ہے، فقہاء نے اس بحث پر کئی فروعات میں نص فرمائی ہے اگرچہ حکم کے اقسام سے بہت سے لوگوں سے غفلت ہوتی ہے، اس کو محفوظ کرو' درمختار میں فرمایا سنّت کے ترک سے فساد کا حکم نہ ہوگا اور نہ ہی سہو کا، بلکہ اساءت کا حکم ہوگا جب غیر مستحب کو قصداً کرے الخ۔ ردالمحتار میں تحریر کے حوالہ سے ہے کہ سنّت کا تارک اساءت یعنی ملامت وتضلیل کا مستحق ہوگا۔ (ت)

مثلاً اپنے سے اعلم کے ہوتے ہوئے عہدۂ قضاء کی نوکری جبکہ وہ اس پر راضی ہو،

وھو فی الدرالمختار لو قدموا غیر الاولٰی اساؤا بلا اثم۔[3] فی ردالمحتار عن التتارخانیۃ اساؤا اذ ترکوا السنۃ لکن لایاثمون لانھم

درمختار میں ہے اگر لوگ غیر اولٰی شخص کو امام بنائیں تو اساءت کے مستحق ہوں گے گنہگار نہ ہونگے۔ ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے منقول ہے اساءت والے ہونگے جب وہ سنت کو ترک کریں گنہگار

---

[1] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۰

[2] ردالمحتار 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۱۹

[3] الدرالمختار 〃 باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

قد موا رجلا صالحا وکذا الحکم فی الامارۃ والحکومۃ اما الخلافۃ وھی الامامۃ الکبرٰی فلایجوز ان یترکوا الافضل وعلیہ اجماع الامۃ۔[1]

نہ ہونگے کیونکہ انھوں نے صالح شخص کو امام بنایا ہے اگرچہ غیر اولٰی ہے، اور یہی حکم امارت اور حکومت کا ہے لیکن خلافت میں جو امامت کبرٰی ہے یہ جائز نہیں کہ وہ افضل کو ترک کریں اور اس پر اجماعِ امت ہے (ت)

اقول یونہیں ظہر ومغرب وعشاء کے فرض پڑھ کر سنتوں سے پہلے بیع وشراء اور ظاہراً طلوعِ فجر کے بعد نمازِ صبح سے پہلے خرید وفروخت بھی اسی قبیل سے ہے جبکہ ضرورت داعی نہ ہو یونہیں ہر وہ کسب کہ خلافِ سنت یا اس کا شغل ترکِ سنت کی طرف مؤدی ہو۔

مکروہِ تنزیہی جیسے بیع عینیہ جبکہ مبیع بائع کے پاس عود نہ کرے، مثلاً جو قرض مانگنے آیا اُسے روپیہ نہ دیا بلکہ دس۱۰ کی چیز پندرہ۱۵ کو اس کے ہاتھ بیچی کہ اس نے دس۱۰ کو بازار میں بیچ لی،

فی الدر المختار شراء الشیئ الیسیر بثمن غال لحاجۃ القرض یجوز ویکرہ واقرہ المصنف[2] فی اٰخر الکفالۃ بیع العینۃ ای بیع العین بالربح نسئۃ لیبیعھا المستقرض باقل لیقضی دینہ اخترعہ اکلۃ الربا وھو مکروہ مذموم شرعا لما فیہ من الاعراض عن مبرۃ الاقراض[3] وفی ردالمحتار عن الفتح ان فعلت صورۃ یعود الی البائع جمیع ما اخرجہ اوبعضہ یکرہ تحریما فان لم یعد کما اذا باعہ المدیون فی السوق فلا کراھۃ بل خلاف الاولٰی[4] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے سستی چیز کو قرض کی ضرورت پر مہنگے داموں خریدنا جائز ہے اور مکروہ ہے اس کو مصنف نے ثابت رکھا ہے، اور انھوں نے باب الکفالہ کے آخر میں بیع عینہ کے متعلق فرمایا یعنی عین چیز کو نفع کے ساتھ ادھار فروخت کرنا تاکہ قرض لینے والا اس کو کم قیمت پر فروخت کرکے حاجت پوری کرے، یہ طریقہ سود خوروں نے ایجاد کیا ہے اور یہ مکروہ اور شرعاً مذموم ہے کیونکہ اس میں قرض دینے کی نیکی سے اعراض ہے، اور ردالمحتار میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ یہ ایسی صورت ہو کہ اس میں بائع کی طرف سے دی ہوئی چیز اس کو کل یا بعض واپس لوٹ آتی ہو اس لئے یہ مکروہ تحریمی ہے اور ایسا نہ ہو مثلاً مقروض اس

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۷۵

[2] الدر المختار کتاب البیوع فصل فی القرض مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۰

[3] " کتاب الکفالہ " ۲/۶۶

[4] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۷۹

چیز کو بازار میں فروخت کرے تو مکروہ نہیں بلکہ خلافِ اولیٰ ہے اھ ملخصًا۔ (ت)

مباح جیسے بن کی لکڑی، جنگل کے شکار، دریا کی مچھلیاں۔

مستحب جیسے خدمتِ اولیا و علماء کی نوکری۔

وقد کان انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه یخدم النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم علی شبع بطنه[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ صرف شکم سیری کے عوض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کرتے تھے (ت)

یونہی ہر وقت کسب جس میں امورِ خیر پر اعانت ہو اگرچہ خیر صرف تقلیل شر و خیر ہو مثلاً گھات یا چنگی یا بندوبست کی نوکری اس نیت سے کہ بندگانِ خدا کارکنوں کے جبر و تعدی و ظلم و زیادہ ستانی سے بچیں،

فی کفالة الدر النوائب ولو بغیر حق کجبایات زماننا قالوا من قام بتوزیعها بالعدل اجر[2] اھ ملخصا، وفی شهادات رد المحتار قد مناعن البزدوی ان القائم بتوزیع هذه النوائب السلطانیة والجبایات بالعدل بین المسلمین ماجور وان کان اصله ظلما[3] الخ قلت وکذٰلك نص علیه فی کفایة الهدایة وغیرها۔

درمختار کے باب کفالہ میں ہے کہ ٹیکس اگرچہ ناحق ہوں ان کو فروخت کرنا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہوتا ہے فقہاء کہتے ہیں جو شخص مزدوری پر یہ سرکاری وصولیاں کرے گا اس کو اتنا عوض دیا جائیگا اھ ملخصا، ردالمحتار کے باب الشہادات میں ہے کہ بزدوی سے منقول گزرا ہے سرکاری وصولیاں عدل کے ساتھ اجرت پر وصول کرنے پر ثواب ہوگا اگرچہ یہ اصل میں ظلم ہوں الخ۔ میں کہتا ہوں اسی طرح کفایۃ الہدایہ میں ہے۔ (ت)

سُنّت جیسے احباب کا ہدیہ قبول کرنا اور عوض دینا،

احمد والبخاری وابوداؤد والترمذی عن ام المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنها ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه

احمد، بخاری، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۶۸۳۸ و ۳۶۸۳۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/۲۸۸

[2] الدرالمختار کتاب الکفالۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۶۶

[3] ردالمحتار کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۷۵

وسلم کان یقبل الهدیة ویثیب علیها[1]

ہدیہ وصول کرتے اور اس پر بدل عطا فرماتے (ت)

اور افضل و اعلیٰ کسب مسنون سلطان اسلام کے زیر نشان جہاد شرعی ہے۔

احمد وابویعلی والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال بعثت بین یدی الساعة بالسیف حتی یعبد الله تعالٰی وحده لاشریك له وجعل رزقی تحت ظل رمحی[2] الحدیث، واخرج ابن عدی عن ابی هریرة عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم الزموا الجهاد وتصحوا وتستغنوا[3]۔ الشیرازی فی الالقاب عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم اطیب کسب المسلم سهمه فی سبیل الله[4] قال المناوی فی التیسیر لان ما حصل بسبب الحرص علی نصرة دین الله تعالٰی لاشیئ اطیب منه فهو افضل من البیع وغیره مما مر لانه کسب المصطفٰی وحرفته صلی الله تعالٰی علیه وسلم[5]۔ و

احمد، ابویعلیٰ اور طبرانی کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے قیامت سے آگے تلوار دے کر بھیجا گیا تاکہ لوگ اللہ کی عبادت کریں، اور میرا رزق نیزوں کے سائے میں ہے الحدیث۔ ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جہاد لازم کرو تاکہ تم صحت مند اور غنی ہوجاؤ۔ شیرازی نے القاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مسلمان کا پاک کسب اس کا فی سبیل اللہ تیر بنانا ہے۔ امام مناوی نے تیسیر میں فرمایا، یہ اس لئے کہ جو چیز اللہ تعالٰی کے دین میں حرص کے طور ہو اس سے بڑھ کر کوئی چیز اطیب نہیں ہے لہذا یہ عمل تجارت وغیرہ سے افضل ہے کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کسب و عمل ہے[5]۔ اور

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی قبول الهدایا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۴۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۹۲

[3] الکامل لابن عدی ترجمہ بشر بن آدم البصری دارالفکر بیروت ۲/ ۴۴۹

[4] الجامع الصغیر بحوالہ الشیرازی فی الالقاب عن ابن عباس حدیث ۱۱۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۷۳

[5] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اطیب کسب المسلم الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۱۶۶

فی صین رد المحتار عن الملتقی ومواھب الرحمٰن فی تفاضل انواع الکسب افضلہ الجھاد ثم التجارۃ ثم الحراثۃ ثم الصناعۃ[1]۔

ردالمحتار کے باب الصید میں ملتقی اور مواہب الرحمٰن سے منقول ہے کہ کسب کے اقسام میں فضیلت والا عمل جہاد ہے، پھر تجارت، پھر کاشتکاری، پھر صنعت کاری۔ (ت)

واجب جیسے قبول عطیۂ والدین جبکہ نہ لینے میں اُن کی ایذا مظنون ہو اور اگر تیقن ہو تو **فرض** ہوگا کہ ایذائے والدین حرام قطعی ہے اور حرام سے بچنا فرض قطعی، اسی طرح عہدۂ قضا کا قبول فرض ہے جبکہ اس کے سوا اور کوئی اہل نہ ہو،

فی الدرالمختار یکرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم او العجز وان تعین لہ او امنہ لا یکرہ، فتح، ثم ان انحصر فرض عینا والا کفایۃ، بحر، والتقلد رخصۃ ای مباح والترک عزیمۃ عند العامۃ، بزازیۃ، فالاولی عدمہ و یحرم علی غیر الاھل الدخول فیہ قطعا من غیر تردد فی الحرمۃ ففیہ الاحکام الخمسۃ[2]۔

درمختار میں ہے کہ جو شخص قضا میں ظلم یا عجز کا خطرہ رکھتا ہو اس کو قضا کا عہدہ قبول کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر وہی متعین ہو یا کمزوری کا خطرہ خوف نہ رکھتا ہو تو مکروہ نہ ہوگا، فتح۔ پھر اگر یہ عہدہ اسی پر موقوف ہے تو قبول کرنا فرض عین ہے ورنہ فرض کفایہ ہے، بحر۔ اور قضا کو قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک عزیمت ہے عام فقہائے کے نزدیک، بزازیہ۔ تو اولٰی یہ ہے کہ نہ قبول کرے اور غیر اہل کے لئے حرام ہے قطعاً بلاتردد، تو اس میں پانچ حکم ہیں۔ (ت)

غایات میں **فرض** جیسے خورد ونوش وپوشش بقدر سدرمق وستر عورت بلکہ اتنا کھانا جس سے نمازِ فرض کھڑے ہوکر ہوسکے اور رمضان میں روزے پر قدرت ملے۔

فی الدر الاکل فرض مقدار ما یدفع الھلاک ویتمکن بہ من الصلٰوۃ قائما و صومہ[3] اھ ملخصًا۔

درمختار میں ہے ہلاکت سے بچنے کی مقدار کھانا فرض ہے اتنا کہ کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے، اھ، ملخصًا (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصید دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۹۶

[2] الدرالمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۳

[3] " کتاب الحظر والاباحۃ " " " ۲/۲۳۶

یوہیں کفایت اہل وعیال وادائے دیون ونفقات مفروضہ۔

فی خزانۃ المفتین الکسب فرض وھو بقدر الکفایۃ لنفسہ وعیالہ وقضاء دیونہ ونفقۃ من یجب علیہ نفقتہ[1]

خزانۃ المفتین میں ہے اپنے لئے بطور کفایت، اپنی عیال، قرض کی ادائیگی اور جن کا نفقہ ذمہ میں ہے اس مقدار کے لئے کسب فرض ہے (ت)

یوہیں حج فرض جبکہ بعد فرضیت مال نہ رہا،

لان الذمۃ قد شغلت وابراؤھا عن الفرض فرض ومقدمۃ الفرض فرض۔

کیونکہ ذمہ میں بوجھ ہے اور فریضہ سے عہدہ برآ ہونا فرض ہے جبکہ فرض کا مقدمہ بھی فرض ہوتا ہے (ت)

زوجہ اگرچہ غنیہ ہو اُس کا کفن دفن شوہر پر ہے، یونہی اقارب کا جبکہ مال نہ چھوڑیں بلکہ ہر مسلمان کا کفن دفن مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے جب ایک شخص میں منحصر ہوجائے فرض عین ہوجائے گا۔

فی التنویر کفن من لا مال لہ علی من تجب علیہ نفقتہ واختلف فی الزوج والفتوی علی وجوب کفنہا علیہ وان ترکت مالا[2] وفی ردالمحتار الواجب علیہ تکفینہا وتجہیزھا الشرعیان من کفن السنۃ والکفایۃ وحنوط واجرۃ غسل وحمل ودفن[3]

تنویر میں ہے جس کا کفن نہ ہو مال نہ ہونے کی وجہ سے، توجس پر اس کا نفقہ واجب ہے کفن بھی اس کے ذمہ ہے اور خاوند کے متعلق اختلاف ہے فتوٰی اس پر ہے بیوی کا کفن واجب ہے اگرچہ بیوی نے اپنا مال چھوڑا ہوالخ۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ خاوند پر بیوی کی تکفین وتجہیز شرعی شوہر پر واجب ہے جو کفنِ سنّت یا کفنِ کفایہ ہو اور حنوط، غسل کی مزدوری، جنازہ لے جانے اور دفن کا خرچہ شوہر پر واجب ہے (ت)

واجب جیسے اتنا کمانا کہ ادائے واجبات پر قادر ہو زوجہ کا حقِ جماع ادا کرسکے۔

وھذا یعد مرۃ من واجبات الدیانۃ وان لم یجبر علیہ قضاء کما فصلناہ فی الطلاق من فتاونا۔

یہ واجبات دیانت میں شمار ہے اگرچہ قضاءً اس پر جبر نہ ہوگا جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی کی طلاق کی بحث میں تفصیل ذکر کی ہے (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الکراھیۃ قلمی نسخہ ۲/۲۱۰

[2] الدرالمختار کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۱

[3] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۸۱

کپڑے میں اتنی زیادت کہ انتقالات نماز وغیرہ میں زانو نہ کھلیں، یونہی صدقۂ فطر و اضحیہ جبکہ بعد وجوب مال نہ رہا غرض ہر واجب جس کی تحصیل کو مال درکار۔

سنت جیسے نماز کے لئے عمامہ و جُبّہ و ردا وغیرہا لباس مسنون و تجمل عیدین و جمعہ و بنا و توسیع و تطییب مساجد و صلۂ رحم و ہدیۂ احباب و مواساتِ مساکین و خبرگیری یتامٰی و بیوگان و خدمت مہمانان و امثال ذٰلک سنن مالیہ یونہی عطر و مشک و سرمہ و شانہ و آئینہ بقصد اتباع اور کھانے میں تہائی پیٹ کی مقدار تک پہنچنا۔

مستحب جیسے بنائے سقایہ و سبیل و سرا و مدارس و پُل وغیرہا،

فی ردالمحتار عن تبیین المحارم عن بعض العلماء فی ذکر مراتب الاکل "مندوب وھو مایعینہ علی تحصیل النوافل وتعلیم العلم وتعلمہ"[1]

ردالمحتار میں تبیین المحارم کی نقل میں بعض علماء سے منقول ہے کہ کھانا کھانے کے مراتب کئی ہیں جن میں مندوب و مستحب وہ ہے جو نوافل اور تعلیم و تعلم کے لئے معاون بنے۔ (ت)

بلکہ مہمان کے ساتھ پورا پیٹ بھر کھانا بھی کہ وہ ہاتھ اٹھالینے سے شرما کر بھوکا نہ رہے، یونہی عورت کی سیرخوری اس نیت سے کہ شوہر کے لئے حفظِ جمال کرے کم خوری لاغری و شکست رنگ و حُسن کی موجب نہ ہو۔

فی الدر عن الوھبانیۃ وللزوجۃ التسمین لافوق شبعھا اھ قال الشامی قال الطرسوسی فی الزوجۃ ینبغی ان یندب لھا ذٰلک وتکون ماجورۃ، قال الشارح ولایعجبنی اطلاق اباحۃ ذٰلک فضلا عن ندبہ ولعل ذٰلک محمول علی ما اذا کان الزوج یحب السمن والا ینبغی ان تکون

درمختار میں وہبانیہ سے منقول ہے کہ بیوی کو فربہ بننا مندوب ہے جو کہ سیر ہو کر کھانے سے زائد نہ ہو اھ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ طرسوسی نے فرمایا ہے کہ بیوی میں یہ بات مستحب ہے اور وہ اجر پائے گی۔ شارح نے فرمایا مجھے اس بات میں اباحت پسند نہیں چہ جائیکہ مستحب ہو، ہوسکتا ہے کہ استحباب کا معاملہ اس صورت میں ہو جب خاوند فربہی کو پسند کرتا ہو، ورنہ مناسب یہ ہے کہ بیوی معتدل

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۵

[2] الدرالمختار " " " فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۴

موزونۃ[1] اھ اقول فی ھذا کلام فان الاکل الی الشبع حلال و نیۃ السمن غایتھا کراھۃ التنزیہ نعم عدم الاجر ظاھر ثم ھذا کلہ فی التسمین اما ماذکرت فواضح لاغبار علیہ۔

ہو اھ اقول (میں کہتا ہوں کہ) اس میں کلام ہے کیونکہ سیر ہونے تک کھانا حلال ہے اور اس میں فربہ ہونے کی نیت زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہہ ہے، ہاں اجر نہ ہونا ظاہر ہے، پھر یہ بحث فربہ ہونے میں ہے لیکن میں نے جو ذکر کیا وُہ واضح اور بے غبار ہے۔ (ت)

مباح جیسے زینت وآرائش، لباس ومکان وزیورِ زناں۔

فی خزانۃ المفتین بعد ما مرومباح و ھوالزیادۃ للزیادۃ والتجمل[2]۔

خزانۃ المفتین میں گزشتہ مضمون کے بعد ہے احکام انواع میں ایک نوع مباح ہے جیسے خوبصورتی اور جسم کو بڑھانے کے لئے عمدہ کھانا کھانا۔ (ت)

جبکہ یہ سب امورِ منکرات ومقاصدِ مذمومہ سے خالی ہوں ورنہ مذموم ہیں اور مقاصدِ محمودہ کے ساتھ بھی خالی مباح نہ رہیں گے مستحب ہوجائیں گے

فان المباح اتبع شیئ للنیات کما ذکرہ فی البحرالرائق وردالمحتار وغیرھما و ذٰلک لخلوہ فی نفسہ عن کل حکم فلا یزاحم شیئا یطرأ علیہ من صواحبہ کنیۃ او تأدیۃ الٰی خیراوشرکما لایخفی۔

مباح چیز نیت کے تابع ہوتی ہے جیسا کہ بحرالرائق اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے کیونکہ مباح ہر حکم سے خالی ہوتا ہے لہٰذا کسی بھی طاری ہونے والے حکم سے متعارض نہ ہوگا، مثلاً نیت کے خیر یا شر کی کہ نیت عارض ہوسکتی ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے (ت)

مکروہ تنزیہی جیسے اپنے لئے انواعِ فواکہ سے تفکّہ،

فی الدر لابأس بانواع الفواکہ وترکہ افضل[3]۔

درمختار میں ہے مختلف انواع کے پھلوں میں کوئی حرج نہیں جبکہ ترک افضل ہے۔ (ت)

اساءت جیسے اتباعِ شہوتِ نفس ولذّتِ طبع کے لئے ترفّہ وتنعّم بالحلال میں انہماک اسی نیت

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۵

[2] خزانۃ المفتین کتاب الکراھیۃ قلمی نسخہ ۲/ ۲۱۰

[3] الدرالمختار کتاب الحظروالاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۶

سے عمدہ کھانے دونوں وقت سیر ہو کر کھانا باریک نفیس بیش بہا جامے پہنا کرنا شبانہ روز عورتوں کی طرح کنگھی چوٹی میں گرفتار رہنا کہ یہ امور اگرچہ حدِ حرام و گناہ تک نہ پہنچیں خلافِ سنّت ضرور ہیں،

ولا شك فی توجه اللوم علیه وان لم یستحق العقاب والاحادیث فی ذٰلك كثیرة شهیرة لانسردها مخافة الاطناب اقول وبه علم ان ماجنحت الیه اولٰی ممافی رد المحتار عن شرح الملتقی فی انواع الكسوة مباح وهو الثوب الجمیل للتزین فی الاعیاد والجمع ومجامع الناس لافی جمیع الاوقات لانه صلف وخیلاء وربما یغیظ المحتاجین فالتحرز عنه اولٰی ومكروه وهو اللبس للتكبر اھ[1] وكذا ماذكر من محض الاباحة فی تجمل الجمع والاعیاد والمجامع محمله ما اذا لم ینوالا التجمل اما اذا نوی الاتباع فسنة لا شك كماذكرت وكذ الكراهة فی التكبر تحمل علی الحرمة فانه حرام وكبیرة عظیمة قطعا۔

اس پر ملامت میں شک نہیں اگرچہ مستحقِ عقاب نہیں ہے، اور اس میں کثیر احادیث مشہورہ وارد ہیں، ہم طوالت کی وجہ سے ذکر نہیں کرتے۔ اقول (میں کہتا ہوں کہ) اس سے معلوم ہوا کہ میرا موقف بہتر ہے اس سے جس کو ردالمحتار نے شرح ملتقی سے نقل کیا ہے کہ لباس کے اقسام مباح ہیں تو وہ عیدوں، جمعہ اور مجمع کے لئے مباح ہیں، نہ کہ تمام اوقات میں ہر وقت ایسا کرنا بے مقصد تکبّر و غرور، اور کبھی محتاج لوگوں کو چڑانا ہے، لہٰذا اس سے بچنا بہتر ہے، اور تکبّر کے طور پر لباس پہننا مکروہ ہے اھ اور یوں جو انھوں نے عید، جمعہ وغیرہ میں اباحت کا ذکر کیا ہے اس کا محمل بھی وہ ہے کہ تکبر کی بجائے صرف اپنا جمال بتانا مقصود ہو مگر اس نے شریعت کی پیروی میں ایسا لباس پہنا تو سنّت ہے تو مذکور میں شک نہیں اور یونہی تکبر کی صورت میں کراہت سے مراد تحریمی ہے کیونکہ تکبر حرام ہے اور عظیم کبیرہ گناہ ہے۔ (ت)

مکروہ تحریمی جیسے محض تکاثر و تفاخر کے لئے جمع اموال۔

فی خزانة المفتین بعد مامر ومكروه وهو الجمع للتفاخر والتكاثر وان كان من حل[2]۔

خزانۃ المفتین میں مذکور بیان کے بعد فرمایا: انواع احکام میں ایک نوع مکروہ ہے جیسے اظہارِ کثرت و فخر کے لئے مال جمع کرنا اگرچہ حلال مال سے ہو۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

[2] خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ قلمی نسخہ ۲/ ۲۱۰

یوہیں پیٹ سے زیادہ چند لقمے کھانا جن کا معدے میں بگڑ جانا مظنون نہ ہو،

فی الخانیۃ یکرہ الاکل فوق الشبع اھ[1]

اقول وبھذا الحمل تندفع المخالفۃ بینہ وبین ما یأتی عن الدر من نص التحریم۔

خانیہ میں ہے سیر ہوجانے کے بعد کھانا مکروہ ہے اھ
اقول (میں کہتا ہوں) اس بیان سے درمختار میں آئندہ تحریم کی نص میں اور اس میں مخالفت ختم ہوگئی (ت)

مگر جبکہ روزے کی قوت مقصود ہو یا مہمان کا ساتھ دینا۔

فی التنویر مباح الی الشبع لتزید قوتہ وحرام وھو ما فوقہ الا ان یقصد قوۃ صوم الغد او لئلا یستحیی ضیفہ اھ[2]
اقول والاستثناء اذا حمل علی ما ذکرت صح قطعا ویکون قولہ حرام یشمل المکروہ فلا یکون منقطعا فافہم۔

تنویر میں ہے سیر ہونے تک کھانا مباح ہے جبکہ حصول قوت مقصد ہو اور اس سے زائد حرام ہے، لیکن اگر صبح روزہ رکھنے یا مہمان کے حیاء کے احساس کی وجہ سے زائد کھائے تو حرام نہ ہوگا اھ اقول (میں کہتا ہوں) آپ کے ذکر کردہ پر محمول کیا جائے تو استثناء قطعاً صحیح ہے اور حرام سے مراد مکروہ تحریمی ہو تو یہ استثناء منقطع نہ ہوگا، غور کرو۔ (ت)

یوہیں لباس شہرت پہننا یعنی اس قدر چمکیلا نادر جس پر انگلیاں اٹھیں اور بالقصد اتنا ناقص و خسیس کرنا بھی ممنوع ہے جس پر نگاہیں پڑیں یونہی ہر انوکھی اچنبھے کی ہیئات وضع تراش خراش کہ وجہ انگشت نمائی ہو۔ سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند حسن مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لبس ثوب شھرۃ البسہ اللہ یوم القیٰمۃ ثوبا مثلہ[3] وعند ابن ماجۃ ثوب مذلۃ[4] زاد ابو داؤد فی روایۃ ثم یلھب

جس نے شہرت کا لباس پہنا اس کو اللہ تعالٰی بھی ایسا ہی لباس پہنائے گا، اور ابن ماجہ میں "ذلت کا لباس" اور ابوداؤد کی ایک روایت میں

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ وما یکرہ اکلہ الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰
[2] الدر المختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۶
[3] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۲
[4] سنن ابن ماجہ " باب من لبس شہرۃ من الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۶

فیہ النار[1] "پھر جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا" کے الفاظ ہیں۔ (ت)

جو شہرت کے کپڑے پہنے گا اللہ تعالٰی اسے روزِ قیامت ویسا ہی لباس شہرت پہنائے گا جس سے عرصاتِ محشر میں معاذ اللہ ذلت و تفضیح ہو پھر اس میں آگ لگا کر بھڑکا دی جائے گی والعیاذ باللہ تعالٰی۔

فی ردالمحتار عن الدرالمنتقی نھی عن الشھرتین وھو ماکان فی نھایۃ النفاسۃ اوالخساسۃ[2] اھ اقول ولایختص بھما بل لوکان بینھما وکان علی ھیأۃ عجیبۃ غریبۃ توجب الشھرۃ وشخوص الابصار کان لباس شھرۃ قطعا۔

ردالمحتار میں الدرالمنتقی سے منقول ہے کہ دو شہرتوں سے منع فرمایا، ایک حد سے زیادہ نفاست اور دوسری حد سے زیادہ رسوائی ہے، اھ، اقول (میں کہتا ہوں) ان دونوں سے خاص نہیں بلکہ عجیب وغریب حالت بنانا جو شہرت کا باعث ہو اور لوگوں کے لئے نظارہ بنے وہ قطعاً سبب شہرت کا لباس ہے۔ (ت)

حرام جیسے ریشمی کپڑے، مغرق ٹوپیاں، یونہی پیٹ سے اوپر اتنا کھانا جس کے بگڑ جانے کا ظن ہو۔

فی الدر حرام فوق الشبع وھو اکل طعام غلب علی ظنہ انہ افسد معدتہ وکذا فی الشرب قھستانی[3]۔

درمختار میں ہے سیرابی سے زیادہ وہ کھانا حرام ہے جس کے متعلق ظن غالب ہو کہ وہ معدہ کو خراب کرے گا، اور یونہی پینے کا معاملہ ہے، قہستانی۔ (ت)

جب یہ صورتیں معلوم ہولیں اب احکامِ کسب کی طرف چلئے، فاقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ کسب یعنی تحصیل مال کو خواہ روپیہ ہو یا طعام یا لباس یا کوئی شے سبب وغرض دونوں سے ناگزیر ہے اور احکام نُہ گانہ میں پہلے چار جانبِ طلب ہیں جن میں فرض وواجب کی طلب جازم ہے اور سنت ومستحب کی غیر جازم اور پچھلے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۲

[2] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

[3] الدرالمختار کتاب الحظروالاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۶

چار جانب نہی ہیں جن میں مکروہ تنزیہی واساءت سے نہی ارشادی اور تحریمی وحرام سے حتمی اور مباح طلب ونہی دونوں سے خالی، اب اگر سبب وغرض دونوں اقسام تسعہ سے ایک ہی قسم کے ہیں جب تو ظاہر کہ وہی حکم کسب پر ہوگا مثلاً ذریعہ بھی فرض اور غرض بھی فرض، تو ایسا کسب دوہرا فرض ہوگا اور دونوں حرام تو دونا حرام وعلی ھذا القیاس اور اگر مختلف اقسام سے ہیں تو تین حال سے خالی نہیں:

اولاً اختلاف جانب واحد مثلاً طلب یا نہی کے اقسام میں ہو جیسے سبب فرض ہو غرض واجب یا سبب مکروہ تنزیہی غرض حرام۔

ثانیاً اختلاف، اختلاف جانب وسط ہو مثلاً سبب واجب یا حرام اور غرض مباح یا بالعکس، ان دونوں صورتوں میں کسب اشد واقوی کا تابع ہوگا مثلاً فرض ووجوب کا اختلاف ہے تو فرض اور وجوب وسنیت کا تو واجب، اور ایک مباح اور دوسرا اور کسی قسم کا ہے تو کسب اسی قسم کا ہوگا۔

لما مرمن ان المباح ساذج عار یکتسی بکل ما داہ ویتلون بلون کل ما یمازج والضعیف من جانب یندرج فی القوی منہ۔

جیسے گزرا کہ مباح، احکام سے خالی ہوتا اور ہر پہلو اختیار کرلیتا ہے، اور ایک طرف سے ضعیف ہو تو اپنے سے قوی میں درج ہوتا ہے۔ (ت)

ثالثاً اختلاف، اختلاف جانبین ہو یعنی سبب جانب طلب میں ہے اور غرض جانب نہی یا بالعکس، صورت اولٰی میں کسب مطلقاً حکم غرض کا مورد ہے گا مثلاً غرض حرام ہے تو حرمت وگناہ نقد وقت ہے گو سبب فرض واجب ہو حتی کہ اگر سبب اعلٰی درجہ طلب میں ہو یعنی فرض اور غرض ادنٰی درجہ نہی میں یعنی مکروہ تنزیہی جب بھی کسب مکروہ تنزیہی سے خالی نہیں ہوسکتا اگرچہ سبب فی نفسہٖ فرض ہے وجہ یہ کہ کوئی غرض معین کسب کے لئے لازم نہیں وہ اختلاف نیت سے مختلف ہوسکتی ہے اور ہر وقت اپنے اختیار سے امکانِ تبدل رکھتی ہے، مانا کہ سبب فرض تھا مگر جب اس نے اُسے کسی امرِ حرام یا ناپسندیدہ کی نیت سے کیا ضرور حرمت وناپسندی میں گرفتار ہوا کہ ایسی خبیث نیت کیوں کی، اگر کوئی نیت فرض یا واجب حاضر نہ تھی تو اقل درجہ نیت مباح پر قادر تھا اس کی نظیر نماز ہے کہ دکھاوے کو پڑھی جائے اگرچہ نماز فی نفسہٖ فرض ہے مگر نیت خبیثہ موجب تحریم ہوگی، اور صورت عکس میں یعنی جب سبب جانب نہی ہوا اور غرض جانب طلب۔ اگر وہ سبب متعین نہ تھا بلکہ اس کا غیر کہ نہی سے خالی ہو ممکن تھا تو اس صورت

میں بھی کسب مطلقاً موردِ نہی ہوگا کہ غرض اگرچہ فرض ہے جب ذریعۂ مباح سے مل سکتی تھی تو حرام یا مکروہ کی طرف جانا اپنے اختیار سے ہوا اور اُس کا الزام لازم آیا اور اگر سبب متعین تھا کہ دوسرا طریقہ قدرت ہی میں نہیں تو اب دُو صورتیں ہوں گی:

اوّل غرض وسبب کی نہی وطلب دونوں ایک ہی مرتبہ میں ہوں مثلاً سبب حرام غرض فرض سبب مکروہ تحریمی غرض واجب سبب میں اساءت غرض سنت سبب مکروہ تحریمی غرض واجب سبب میں اساءت غرض سنت سبب مکروہ تنزیہی غرض مستحب اور صرف اسی قدر کافی نہیں بلکہ نوع واحد میں تفاوت وقوت پر بھی نظر لازم کہ حرام کا ترک فرض ہے اور فرض کا ترک حرام، اور بعض فرض، بعض دیگر سے اعظم وآکد ہوتے ہیں، اور بعض حرام بعض دیگر سے اشنع واشد، تو یہ دیکھا جائے گا کہ مثلاً فرض غرض کے ترک سے جو حرمت لازم آئے گی وہ اس حرمت سے کیا نسبت رکھتی ہے جو اس سبب حرام کے ارتکاب میں ہے جب سب وجوہ سے طرفین میں تساوی قوت ثابت ہو تو حکم کسب میں اتباع سبب یعنی جانبِ نہی کو ترجیح رہے گی،

لان اعتناء الشرع بالمنھیات اشد من اعتنائہ بالمامورات ولذا قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا امرتکم بشیئ فأتوا منہ ما استطعتم واذا نھیتکم عن شیئ فاجتنبوہ[1] وروی فی الکشف حدیثا لترک ذرۃ مما نھی اللہ عنہ افضل عن عبادۃ الثقلین، قالہ فی الاشباہ[2] ولنا فی المقام تحقیقات نفائس المنابکثیر منھا فی ما علقنا علٰی کتاب "اذاقۃ الاثام

کیونکہ ممنوعات سے متعلق شرع کا حکم مہتم ہوتا ہے جبکہ مامورات کا اہتمام اس قدر نہیں ہوتا، اسی لئے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا جب میں تمھیں کوئی حکم دُوں تو اپنی استطاعت پر بجالاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اجتناب کرو۔ کشف میں مروی ہے کہ اللہ تعالٰی کے منع کردہ سے ذرہ بھر بھی باز رہنا جن وانسان کی عبادت سے افضل ہے، انھوں نے اشباہ میں یہ بیان کیا ہے، ہمارا یہاں کلام نفیس ہے جس کو ہم نے اپنے والدگرامی قدر کی کتاب "اذاقۃ الاثام لمانعی

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۸۲
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ " " ۲/ ۲۶۲
[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۵

لمانعی عمل المولد والقیام من تصانیف خاتمۃ المحققین الاماجد سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد۔

"عمل المولد والقیام" کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

دونوں کی قوت کم وبیش ہو اس صورت میں اقوی کا اتباع ہوگا، سبب ہو خواہ غرض۔ مثلاً مالِ غیر بے اذن لینا حرام ہے اور خوک وخمر کی حرمت اس سے بھی زائد اور سدِ رمق اور دفع جوع قاتل وعطش مہلک کی فرضیت ان سب سے اقوی ہے لہذا حالت مخمصہ میں ان اشیاء کا تناول اسی قدر جس سے ہلاک دفع ہو لازم ہوا اور جانب غرض کو ترجیح دی گئی اور اگر مضطر کچھ نہیں پاتا مگر یہ کہ کسی انسان کا ہاتھ کاٹ کر کھائے تو حلال نہیں اگرچہ اُس شخص نے اجازت بھی دی ہو کہ حرمتِ انسان اس فرض سے اقوی ہے لہذا جانبِ سبب کو ترجیح رہی۔

فی الدر الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام او میتۃ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض یثاب علیہ بحکم الحدیث ولکن مقدار ما یدفع الانسان الھلاك عن نفسہ اھ[1] وفی الشامیۃ عن وجیز الکردری ان قال لہ اٰخر اقطع یدی وکلھا لا یحل لان لحم الانسان لایباح فی الاضطرار لکرامتہ[2]۔

درمختار میں ہے: غذا کے لئے کھانا اور پیاس کی وجہ سے پینا اگرچہ حرام، مردار یا غیر کا مال ہو تو جب اس کے ضمن میں فرض ہے تو ثواب پائیگا حدیث کے مطابق۔ لیکن یہ اس مقدار کے لئے جس قدر سے انسان اپنے کو ہلاکت سے بچاسکے اھ، اور شامی کے فتاوٰی میں وجیز کردری سے منقول ہے اگر کسی نے دوسرے شخص کو کہا میرا ہاتھ کاٹ کر کھالو، تو یہ حلال نہیں کیونکہ انسان کا گوشت اضطراری حالت میں بھی مباح نہیں انسانی کرامت کی وجہ سے۔ (ت)

یہ تقریر منیر حفظ رکھنے کی ہے کہ اول تا آخر اس تحقیق جمیل وضبط جلیل کے ساتھ اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گی وباللہ التوفیق انھیں ضوابط سے دوسرے سوال اعنی مسئلہ سوال کا حکم منکشف ہوسکتا ہے جب غرض ضروری نہ ہو تو سوال حرام، مثلاً آج کا کھانے کو موجود ہے تو کل کے لئے سوال حلال نہیں کہ کل تک کی زندگی بھی معلوم نہیں کھانے کی ضرورت درکنار۔ یونہی رسومِ شادی کے لئے سوال حرام کہ نکاح شرع

---

[1] الدرالمختار | کتاب الحظر والاباحۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۲۳۶

[2] ردالمحتار | " " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۵/۲۱۵

میں ایجاب وقبول کا نام ہے جس کے لئے ایک پیسہ کی بھی ضرورت شرعاً نہیں، اور اگر غرض ضروری ہے اور بے سوال کسی طریقۂ حلال سے دفع ہوسکتی ہے جب بھی سوال حرام، مثلاً کھانے کو کچھ پاس نہیں مگر ہاتھ میں ہُنر ہے یا آدمی قوی تندرست قابلِ مزدوری ہے کہ اپنی صنعت یا اُجرت سے بقدرِ حاجت پیدا کرسکتا ہے قبل اس کے کہ احتیاج تا بحد مخمصہ پہنچے تو اسے سوال حلال نہیں، نہ اسے دینا جائز کہ ایسوں کو دینا انھیں کسبِ حرام کا مؤید ہوتا ہے اگر کوئی نہ دے تو جھک مار کر آپ ہی محنت مزدوری کریں اور اگر دوسرا طریقۂ حلال میسّر نہیں حرفت وصنعت کچھ نہیں جانتا نہ محنت ومزدوری پر قادر ہے خواہ بوجہ مرض یا ضعف خلقی یا نازپروردگی یا کسب کر تو سکتا ہے مگر حاجت فوری ہے کسب پر محول کرنا تا تریاق از عراق کا مضمون ہوا جاتا ہے تو سوال حلال ہوگا کہ ہر ان صورتوں میں کارروائی یونہیں ہوسکتی ہے کہ مانگ کرلے یا چھین کر یا چرا کر یا کوئی حرام یا مُردار کھائے اور سرقہ وغصب کی حرمت سوال سے اشد ہے اور حرام ومردار کی غصب وقہر سے بھی سخت تر، یہ صورتیں تو ظاہر ہیں اور علمائے بوجہ اشتغال جہاد ومشغولی طلب علم دین فرصت کسب نہ پانے کو بھی وجوہِ معذوری سے شمار فرمایا اور ایسے کے لئے سوال حلال بتایا جب مدار ضرورت غرض وتعین ذریعہ پر ٹھہرا تو کچھ اکل وشرب ہی کی تخصیص نہیں کہ جس پاس ایک دن کا قوت ہے اسے سوال مطلقاً منع ہو بلکہ اگر دس دن کا کھانا موجود ہے اور کپڑا نہیں یا کپڑا بھی ہے مگر ہلکا کہ جاڑے کی آفت روک سکتا نہیں اور طریقۂ تحصیل کوئی دُوسرا نہیں کپڑے کے لئے سوال ناروا نہیں، یونہیں اگر کھانے پہننے سب کو موجود ہے مگر مدیون ہے تو اگر کچھ مال فاضل رکھتا ہے جسے بیچ کر ادا کرے یا کما کر دے سکتا ہے تو سوال حرام، اور اگر کمائی سے بعد نفقۂ ضروری کے کچھ نہیں بچا سکتا اور قرض خواہ گردن پر چھری رکھے ہُوئے ہے تو ادا کے لئے سوال حلال۔

فی الدر المختار لایحل ان یسأل شیئا من القوت من له قوت یومه بالفعل اوبالقوة کالصحیح المکتسب و یأثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم ولو سأل للکسوة اولاشتغاله عن الکسب بالجهاد اوطلب العلم جاز لو محتاجاً[1] اھ وفیه من النفقات تجب

درمختار میں ہے جائز نہیں اسے سوال جس کے پاس ایک دن کا گزارہ بالفعل یا بالقوۃ ہے جیسا کہ تندرست شخص کمائی کے قابل ہو اور اس کے حال سے آگاہی کے باوجود اس کو دینے والا گنہگار ہوگا حرام پر اعانت کی وجہ سے، اگر جسم ڈھانپنے کے لئے یا جہاد میں مصروف ہونے کی وجہ سے کسب نہ کرسکنے یا طلب علم کی مصروفیت میں کسب نہ کرسکنے کی وجہ سے سوال کیے تو ضرورت یا حاجتمند ہو تو سوال کرنا جائز ہے اھ، اسی

ایضا لکل ذی رحم محرم صغیرا او انثی ولو بالغۃ صحیحۃ او الذکر بالغا عاجزا عن الکسب بنحو زمانۃ کعمی وعتہ وفلج زاد فی الملتقی والمختار او لا یحسن الکسب لحرفۃ او لکونہ من ذوی البیوتات[1] اھ قال الشامی ای من اھل الشرف[2] الخ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

باب النفقہ میں ہے نفقہ واجب ہے ہر نابالغ ذی محرم یا عورت اگرچہ بالغہ صحیحہ یا مرد بالغ ہو لیکن جسمانی معذور ہونے کی وجہ سے کسب سے عاجز ہے جیسے نابینا، ہاتھ پاؤں مفلوج وغیرہ۔ ملتقٰی اور مختار میں زائد کیا جو کوئی اچھا کسب نہیں رکھتا یا گھریلو عورتیں اھ۔ شامی نے فرمایا یعنی اہل شرف لوگ الخ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

رسالہ

خیر الآمال فی حکم الکسب والسؤال

ختم ہوا

---

[1] الدرالمختار کتاب الطلاق باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۶

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۸۱